اداریہ:

مظلوم افغانستان
یعنی
بڑی طاقتوں کی رقابت و مداخلت کا میدان

افغانستان دنیا کے فقیر و مفلس و پسماندہ ترین ملکوں میں سے ایک ہے۔ گذشتہ دو دہائیوں سے بھی زیادہ عرصہ سے یہ ملک مشرقی و مغربی بڑی طاقتوں کی رقابت کا میدان بنا ہوا ہے اور اس ملک کے مظلوم عوام وحشیانہ بیرونی حملات کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ اس ملک کے لاکھوں فوجی و غیر فوجی افراد، جن میں مرد و عورت اور بوڑھے و بچے سبھی شامل ہیں، یا آوارہ وطنی و بے سر و سامانی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں یا موت کے گھاٹ لگائے جاچکے ہیں۔ اس ملک کے مفکرین و ماہرین دنیا کے دوسرے ملکوں میں پناہ گزین ہیں اور افغانستانی عوام ان دانشوروں کی خدمت و قیادت سے پوری طرح محروم ہیں۔ اس ملک کے عوام فقط تعلیم و تربیت، صحت و سلامتی، ہر قسم کے سیاسی اور اقتصادی حقوق سے ہی نہیں بلکہ بنیادی طور پر حق حیات سے بھی پوری طرح محروم ہو چکے ہیں۔ گذشتہ دو دہائیوں سے بھی زیادہ عرصہ سے اس ملک کے خلاف کی جانے والی جنگی کارروائیوں کی وجہ سے افغانی عوام آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں سے بھی خوفزدہ رہنے لگے ہیں کیونکہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ ستارہ نہیں بلکہ بم ہو جوان بے دفاع لوگوں کو نیست و نابود کر ڈالے۔ یہاں کے پہاڑی اور میدانی علاقوں اور کھیتوں میں اناج کی کھیتی کے بجائے دھماکہ خیز بارودی سرنگوں کا جال بچھادیا گیا ہے جو آنے والے وقت میں بھی افغانی عوام کی تباہی و بربادی کا باعث ہوں گی۔ پس یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس طویل مدت کے دوران افغانستان میں آسمان سے خطروں کی بارش ہو رہی تھی اور یہاں کی زمین خوف و دہشت اگل رہی تھی۔ ایسے تاریک و مایوس کن ماحول میں دنیا کی نگاہیں اس ملک کے مستقبل پر لگی ہوئی ہیں اور یہ خیال کیا جارہا

ہے کہ ممکن ہے حالات میں رونما ہونے والی حالیہ تبدیلی اور نئی حکومت کی تشکیل سے امید کی صبح نمودار ہو جائے اور اس سرزمین کے مظلوم وستم رسیدہ لوگوں کو بھی اچھے اور درخشاں مستقبل کی خوشخبری حاصل ہو جائے۔

درحقیقت یہ تباہی وبربادی دنیا کے کمزور و پسماندہ ملکوں کے عوام کی قسمت کے فیصلے میں بیرونی بالخصوص دنیا کی بڑی طاقتوں کی مداخلت کا نتیجہ ہے۔انسانی تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے بیشمار لوگ انسان کی ذاتی یا جماعتی وسعت پسندی اور زیادہ طلبی کا شکار بنتے چلے آرہے ہیں اور افغانستان اس منحوس دیو کی ظالمانہ راہ وروش کا شکار بننے والا پہلا اور آخری ملک نہیں ہے۔دنیائے بشریت گذشتہ ایک صدی کے دوران دو تباہ کن عالمی جنگوں کو جھیل چکی ہے چنانچہ دوسری جنگ عظیم میں کامیابی حاصل کرنے والے ملکوں نے تنظیم اقوام متحدہ کا منشور ترتیب دیا اور اس تنظیم کی تشکیل کے ذریعہ دنیا والوں کو ایک روشن مستقبل کا امیدوار بنادیا۔ تنظیم اقوام متحدہ کے منشور کے مقدمہ میں، جو ۲۴/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو تمام ممبر ملکوں کی حمایت سے منظور اور لاگو ہوا، نہایت واضح لفظوں میں یہ کہا گیا ہے کہ:

ہم اقوام متحدہ کے جملہ اراکین نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ:

ہماری زندگی کے دوران رونما ہونے والی دو عالمی جنگوں میں دنیائے بشریت کو مختلف النوع مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا ہے لہذا ہم آئندہ نسل کو جنگ کے مصائب سے محفوظ رکھیں گے۔

ہم انسان کے بنیادی حقوق، ان کی عزت وآبرو، مرد وعورت کے مساوی حقوق اور دنیا کی چھوٹی بڑی ملتوں کے درمیان مساوات اور برابری پر زور دیں گے۔

ہم ایسے حالات پیدا کریں گے جس میں عدالت اور تمام بین الاقوامی معاہدوں اور قراردادوں کا بھرپور احترام کیا جائے گا۔

ہم انسان کی سماجی ترقی کی زمین ہموار کریں گے تا کہ بہتر معیاروں کے ساتھ انسانی زندگی کو زیادہ سے زیادہ آزادی حاصل ہو سکے۔ان اغراض ومقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہم تمام ممبر ملکوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تحمل وبردباری سے کام لیتے ہوئے اپنے پڑوسی ملکوں کے ساتھ صلح آمیز زندگی بسر کریں گے۔

صلح و سلامتی کے قیام و دوام کی خاطر ہم آپسی تعاون کی تقویت میں سرگرم رہیں گے۔

بنیادی اصولوں کو قبول کرتے ہوئے اور اپنی راہ و روش کو ان بنیادی اصولوں کا پیرو قرار دیتے ہوئے ہم ممبر ممالک یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ فوجی طاقت کا سہارا نہ لیتے ہوئے مشترکہ مفاد و منافع کی حفاظت کریں گے اور دنیا کے تمام لوگوں کے سماجی و اقتصادی حالات کی ترقی کی ترویج کے لئے تمام بین الاقوامی وسائل و امکانات کا بھرپور استعمال کریں گے۔

انتہائی افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں بالخصوص بڑی طاقتوں نے ان وعدوں پر عمل نہیں کیا بلکہ عالمی سلامتی کاؤنسل کے بعض دائمی ممبر ملکوں نے، جو اقوام متحدہ منشور کی دفعہ۔۷۰ کے مطابق عالمی صلح و سلامتی کے محافظ ہیں، عالمی سطح پر صلح و سلامتی کے قیام و دوام کی کوشش نہیں کی اور اپنی راہ و روش کو اس عالمی تنظیم کا پیرو نہیں بنایا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ منشور نے ان دائمی ممبروں کو Veto Power نامی جو خصوصی قانونی حق دیا تھا اسے ان ملکوں نے اپنی وسعت طلبانہ خواہشات کی تکمیل اور عالمی سطح پر اپنا غیر قانونی رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لئے استعمال کیا۔

افغانستان کی گذشتہ بیس سالہ تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ اقتصادی، ثقافتی اور سماجی اعتبار سے پسماندہ ملک میں بھی، جس کی عالمی اور آزاد بحری راہوں تک کوئی رسائی نہیں ہے، بڑی طاقتوں کی غیر قانونی مداخلت عالمی صلح و سلامتی کے لئے بہت بڑا خطرہ بن سکتی ہے۔ ۱۹۷۸ء میں جب ترا کی نے سوویت یونین کی بھرپور حمایت کے ساتھ افغانستان جیسے فقیر اور غیر صنعتی ملک میں کیمونسٹی بغاوت کا سلسلہ شروع کیا تو اس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کے آقا کی وسعت پسندی اور اقتدار طلبی آئندہ بیس سال تک افغانی عوام کی تباہی و بربادی اور قتل و غارتگری کا باعث ہو جائے گی، دیکھتے ہی دیکھتے سوویت یونین کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور خود حملہ آوروں کی قربانی کا سبب بن جائے گا۔ واضح رہے کہ افغانستان میں کیمونسٹی فوجی بغاوت کے ساتھ طرح طرح کی مجاہدین جماعتیں بھی ابھر کر سامنے آگئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے افغانستان میں مغربی سرمایہ دارانہ بڑی طاقت کی مداخلت کے لئے زمین ہموار اور ماحول سازگار ہو گیا۔

۱۹۷۹ء میں تراکی کے ہاتھوں افغانی عوام کے وسیع قتل عام کے باوجود حالات بہتر نہ ہوئے۔ حفیظ اللہ امین نے تراکی کے قتل کے بعد اقتدار کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی۔ اسی سال دسمبر کے مہینے میں افغانستان میں روسی فوج کی آمد کے ساتھ اس ملک میں بیرونی اور بڑی طاقت کی براہ راست فوجی مداخلت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ دوسری طرف تنظیم القاعدہ جس کے خلاف آج امریکہ غیر معمولی زمینی اور ہوائی جنگ میں سرگرم ہے، کے مجاہدین امریکی وسائل و امکانات کا استعمال کرتے ہوئے دنیا کے مختلف علاقوں سے افغانستان لائے گئے تھے تاکہ وہ روسی حملہ آوروں کو اس سرزمین سے باہر نکال سکیں۔ شاید اس وقت امریکہ القاعدہ سے وابستہ جنگجو جوانوں کو آلہ کار کی حیثیت سے استعمال کرتے ہوئے اس علاقے میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے اور مکمل تسلط قائم کرنے کی فکر میں سرگرداں تھا کیونکہ ایران میں شاہی حکومت کی نابودی اور اسلامی انقلاب کی کامیابی کی وجہ سے اس علاقے میں امریکی اثر ورسوخ محدود ہو گئے تھے۔ بہر حال دس سال کی لگاتار مجاہدانہ سرگرمیوں کی وجہ سے افغانستان پر مسلط روسی کٹھ پتلی حکومت کی چولیں ہل گئیں اور حکومت کی باگڈور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے لگی۔ حفیظ سے کارمل اور کارمل سے نجیب اللہ نے افغانی حکومت کی باغ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھالی لیکن ان میں سے کوئی بھی افغانی حکمراں مشرقی بڑی طاقت کے ارمانات کو پورا نہ کر سکا۔ آخر کار سوویت یونین کو افغانستان پر اپنے دس سالہ غاصبانہ تسلط کی بھاری قیمت چکانی پڑی اور ہزاروں فوجیوں کے قتل کے بعد روسی فوج کو ۱۵ر فروری ۱۹۸۹ء کو شرمناک شکست کے ساتھ افغانستان کی سرحدوں سے باہر نکلنا پڑا اور ۱۵ر اپریل ۱۹۹۲ء کو مجاہدین نے کابل کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ مغربی بالخصوص امریکی حمایت کے سایہ میں افغانی مجاہدوں نے بیرونی حملہ آوروں کو تو نکال دیا لیکن افغانی مجاہدوں کی جماعتوں کے درمیان شدید اختلافات کی وجہ سے باہمی قتل و غارتگری کا سلسلہ جاری ہو گیا اور سرزمین افغانستان میں صلح و سلامتی کی فضا بحال نہ ہو سکی۔

ایسے حالات میں مغربی اور بعض علاقائی ملکوں کی بھرپور حمایت کے ساتھ افغانستان میں صلح و سلامتی قائم کرنے کے لئے ۱۹۹۴ء میں طالبان اس ملک کے سیاسی میدان میں داخل ہوئے تاکہ نہایت آسانی کے ساتھ اس علاقے میں گیس پائپ لائن بچھائی جا سکے اور مشرق وسطیٰ کے معدنی ذخائر

یعنی گیس اور دیگر اشیاء کو اس علاقے میں منتقل کیا جاسکے۔ ۲ سال کی مسلسل جنگ وخونریزی کے بعد ۱۹۹۶ء میں طالبان نے کابل پر قبضہ جمالیا۔ اپنی کم مدت حکومت کے دوران افغانستان کے اکثر بڑے علاقوں مثلاً مزار شریف وغیرہ میں طالبان نے افغانی عوام بالخصوص ہزارہ جماعت کے لوگوں کا اعلانیہ قتل عام بھی کیا۔ مزار شریف نامی بڑے افغانی شہر پر اپنے وحشیانہ حملوں کے دوران طالبانی فوج نے اس شہر میں واقع اسلامی جمہوریہ ایران کے سفارتی مشن پر دھاوا بول دیا اور نہایت بیرحمی کے ساتھ سفارتخانہ کی عمارت کے تہہ خانے میں تمام ایرانی سفارت کاروں نیز ایک ایرانی صحافی کو بھی قتل کرڈالا۔ جماعت طالبان نے اپنی چند سالہ حکومت کے دوران ایرانی سفارت کاروں کے قاتلوں کے خلاف کسی طرح کی قانونی چارہ جوئی کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔

اگرچہ آج بھی امریکہ کا یہ دعویٰ دنیا کی کسی عدالت میں ثابت نہیں ہو سکا کہ نیویارک میں عالمی تجارتی مرکز اور پنٹاگن کی عمارتوں پر جو جو دھماکہ خیز حملے ہوئے ہیں وہ طالبانی خودکش افراد نے کئے ہیں یا ان حملوں میں طالبان ملوث تھے نیز یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ ان حملوں میں طالبان کس حد تک شریک رہے ہیں لیکن یہ بات ایک مسلم الثبوت حقیقت کی طرح ابھر کر سامنے آچکی ہے کہ بڑی طاقتوں کی مداخلت چاہے وہ دنیا کے دور افتادہ اور پسماندہ ترین ملک میں ہی کیوں نہ کی گئی ہو، عالمی صلح وسلامتی کے لئے بہت بڑا اور مہلک خطرہ بن سکتی ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ اقوام متحدہ کے منشور اور بنیادی اصول وآئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، جس میں اقوام عالم کے درمیان عدالت ومساوات کے قیام اور دو ملکوں کے درمیان اختلاف کو غیر مسلحانہ طریقوں سے حل کرنے کی بات کہی گئی ہے، آج کی بعض بڑی طاقتوں نے بین الاقوامی روابط پر فوجی ماحول کو مسلط کردیا ہے جس کی وجہ سے دنیا کے صلح دوست افراد وعوام بے حد پریشان ہیں۔

ایسے افسردہ ماحول میں بارگاہ عالیہ خداوندی سے یہ امید ہے کہ وہ ملت اسلامیہ افغانستان کو خوشحالی اور اقوام عالم کو حقیقی صلح وسلامتی عطا فرمائے اور بین الاقوامی روابط کے سلسلے میں مہلک طاقتوں کو نہیں بلکہ عقل ومنطق اور عدالت وسعادت کو بالادستی حاصل ہو جائے۔ آمین

☆☆☆☆